بقیہ اشارات

کریں اور انتخاب کے بعد جب اختیارات کی باگیں انہیں سونپی جائیں تو ان سے پریس کے ذریعے یا اپنے نمائندوں کے ذریعے باز پرس کی جا سکے۔ لیکن اگر اس راہ کو چھوڑ کر کوئی دوسری راہ اختیار کی جائے تو پھر ملک میں جمہوریت کو فروغ حاصل نہیں ہوتا بلکہ آمریت کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ آخر سمجھیے کہ سابق صدر ایوب خاں کی بنیادی جمہوریتوں کا نظام جمہوریت کے لیبل کے باوجود کیونکر عالمِ واقعات میں آمریت پر منتج ہوا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ صدر کے انتخاب میں عوام براہِ راست دخیل نہ تھے بلکہ ایک محدود حلقہ جسے انتخابی ادارے کا نام دیا جاتا تھا وہ اس فرض کو انجام دیتا تھا۔ اس ادارے کے چند سو ارکان کو اپنی مرضی کے مطابق چلا لینا بڑے وسیع اختیارات رکھنے والے صدر کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔ چنانچہ عملاً یہی ہُوا کہ فیلڈ مارشل ایوب خاں صاحب پہلے تو حقیقی اکثریت سے چاہتے صدر منتخب ہوتے اور اس کے بعد وہ اپنے نامزد وزراء اور مشیروں سے جس طرح چاہتے کام لیتے۔ وہ سب ان کے سامنے جوابدہ تھے مگر صدر صاحب ان کے سامنے جوابدہ نہ تھے۔

موجودہ دستور میں صدر کو منتخب کرنے کے لیے جس انتخابی ادارہ یعنی قومی اسمبلی کو ذمہ دار ٹھیرایا گیا ہے اس کے ارکان کی تعداد تو بنیادی جمہوریت کے ارکان کی تعداد سے بھی کم ہے۔ اس لیے جو لوگ صدر کے انتخاب کے اس طریقے میں آمریت کے خدشات کا اظہار کرتے ہیں ان کے خدشات کو بے بنیاد نہیں کہا جا سکتا۔ پھر ان خدشات کو اس بات سے بھی تقویت پہنچتی ہے کہ دستور میں صدر کو وزراء کے مشورے پر عمل کرنے کا پابند نہیں ٹھیرایا گیا بلکہ وزراء کو صدر صاحب کی مرضی کا پابند بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صدر کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ اس دستور میں ہر قسم کا ردّ و بدل اور ترمیم و اضافہ کر سکے اور اسمبلی کو جب چاہے توڑ دے۔ کوئی صدر اس قسم کے وسیع اختیارات حاصل ہونے کے باوجود اگر آمر بننے سے اجتناب کرتا ہے تو یا تو وہ مافوق الفطرت انسان ہے یا پرلے درجے کا احمق ہے۔ جہاں تک موجودہ صدر صاحب کا تعلق ہے ہم ان میں ان دونوں صفات میں سے کوئی صفت بھی نہیں پاتے۔